بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ-8
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلّہ]
(2022ء)

Hadd e Rajam (Stoning Punishment for Adulters) point view of Maulana Amin Ahsan Islahi,
An analytical Study

حد رجم کے متعلق مولانا امین احسن اصلاحی کے نقطہ نظر کا جائزہ

*Ghulam Hyder Teewno
**Hafiz Zeeshan Ahmed Soomro

ABSTRACT: Maulana Amin Ahsan Islahi is one of the commentators of the subcontinent. Maulana's style of commentary is somewhat different from that of other commentators. Disagreeing with the majority of scholars, he has formed his own opinion on some of the commentary sites, which may indicate that Maulana's style of commentary is distinct from others'style of description. In addition, he did not consider the authentic hadiths to be significant. For example, the condition of divorce for one's first husband is only marriage with another man or intimacy with marriage is also necessary? Maulana Islahi thinks only marriage is enough for the status quo. In this regard, we present an overview of Maulana Islahi's commentary. Stoning is an Arabic term meaning stoning and refers to a punishment in which the body of a person who commits a crime is buried in the ground and stoned to death. Be done Stoning is mentioned in the hadiths. There is no mention in the Qur'an of any crime including adultery as a punishment or we can say that the existence of this punishment is not proven by the Qur'an.

Keywords: Taddabur-e- Qur'an, Tafseeri Taffarudaat, Eiman, Sahifa

*Teaching Assistant, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.
**Teaching Assistant, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.

تعارف

مولانا امین احسن اصلاحی کا شمار برصغیر کے مفسرین میں ہوتا ہے، آپ نے قرآنِ پاک کی تفسیر ''تدبر قرآن'' لکھی جو 9 جلدوں پر مشتمل ہے، آپ کی تفسیر کی زبان اردو ہے۔ مولانا کی تفسیر کا انداز دوسرے مفسرین سے کچھ الگ ہے۔ آپؒ جمہور نے علماء کرام سے اختلاف کرتے ہوئے بعض تفسیری مقامات پر اپنی منفرد رائے قائم کی ہے یعنی مولانا کی تفسیر کا انداز دوسرے علماء کرام سے مختلف ہے اور تفسیر کے سلسلے میں صحیح احادیث کو بھی قابل اعتناء نہیں سمجھا، مثلاً ایسی عورت جس کو تین طلاقیں ہو چکی ہوں تو پہلے خاوند کے لیے حلال ہونے کے لیے اسلامی شریعت میں کیا شرط ہے؟ آیا کسی دوسرے آدمی سے محض نکاح ہے یا نکاح کے ساتھ مباشرت بھی ضروری ہے؟ مولانا اصلاحیؒ صرف نکاح کو حلت کے لیے کافی تصور کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم مولانا اصلاحی کے تفسیری تفردات میں سے حد رجم کے متعلق مولانا کے موقف کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

حد رجم کی تعریف

رجم ایک عربی اصطلاح ہے جس کے معنی پتھر پھینکنے (stoning) کے آتے ہیں اور اس اصطلاح سے مراد ایک ایسی سزا کی لی جاتی ہے جس میں جرم کے مرتکب اشخاص کا دھڑ زمین میں گاڑ کر ان پر پتھر برسائے جائیں یہاں تک کے موت واقع ہو جائے۔ رجم کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ قرآن میں کسی جرم بشمول زنا کی سزا کے طور پر اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس سزا کی موجودگی قرآن سے ثابت نہیں ہے۔

مسلم محققین میں زنا کی سزا رجم کے بارے میں یہ افکار بھی ملتے ہیں کہ شریعت (یعنی قرآن اور سنت) میں قرآن کا درجہ اول ہے اور اگر کوئی بات ان میں متصادم ہو تو قرآن کو ترجیح دی جاتی ہے مسلمانوں کا ایمان ہے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قرآن کے الفاظ کامل ہیں اور ان میں ترمیم

ممکن نہیں اور یہ کہ قرآن مکمل طور پر اس حالت میں ہے جیسا کہ حضرت محمد Mohamed peace be upon him.svg پر نازل ہوا تھا، نا تو اس میں کوئی اضافہ ہوا ہے نا کوئی کمی اور نا ایسا کیا جانا ممکن ہے۔

آیت: وَتَمَّتْ كَلِمتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَّا مُبَدِّلِ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[1]

ترجمہ: اور کامل ہے بات تیرے رب کی سچائی اور انصاف کے اعتبار سے۔ نہیں کوئی بدلنے والا اس بات کو اور وہی ہے سب کچھ سننے والا، ہر بات جاننے والا"۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے ایک حدیث بیان ہوئی ہے کہ:

"عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ لَقَدْ نَزَلَتْ آيَةُ الرَّجْمِ وَرَضَاعَةُ الْكَبِيرِ عَشْرًا وَلَقَدْ كَانَ فِي صَحِيفَةٍ تَحْتَ سَرِيرِي فَلَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .وَتَشَاغَلْنَا بِمَوْتِهِ دَخَلَ دَاجِنٌ فَأَكَلَهَا[2]۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رجم کی آیت اور بڑی عمر کے آدمی کو دس بار دودھ پلا دینے کی آیت اتری، اور یہ دونوں آیتیں ایک کاغذ پہ لکھی ہوئی میرے تخت کے نیچے تھیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اور ہم آپ کی وفات میں مشغول تھے ایک بکری آئی اور وہ کاغذ کھا گئی "۔

مسلم محققین اس بات کی وضاحت نسخ (قرآن) کے نظریے سے کرتے ہیں اور ان کے مطابق نسخ تین اقسام کی ہو سکتی ہے اول؛ آیت اور اس کی ہدایت دونوں کی منسوخی۔ دوم؛ آیت کی منسوخی پر اس کی ہدایت کی بقا۔ سوم؛ آیت باقی پر اس کی ہدایت کی منسوخی کہا جاتا ہے کہ چونکہ قرآن نا صرف متعدد افراد کے پاس نقل (صحیفوں کی شکل) میں تھا اور حفظ بھی تھا اور رجم کی آیت کی منسوخی کے بعد کیونکہ یہ حضرت عائشہ کے صحیفے میں لکھا ہوا رہ گیا تھا اور اسی وجہ سے حضرت عثمان یا حضرت

ابو بکر کے صحیفوں میں نہیں ملتا اور اسی وجہ سے موجودہ قرآن میں شامل نہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"آیت: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ [3]" بے شک ہم نے ہی نازل کی ہے یہ کتابِ نصیحت اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"

بین المذاہب کی سطح پر قرآن میں سے کسی آیت کا غائب ہو جانا یا نسخ ہو جانا غیر مسلموں کے سامنے قرآن کی حفاظت اور استحکام کے دعووں کو متزلزل کر دیتا ہے اور اس بات کو نہایت تمسخر اور مضحکہ خیز بنا کر بھی پیش کیا جاتا ہے۔ نا صرف بین المذاہب بلکہ خود اسلام کے ایک بڑے فرقے شیعہ کی جانب سے بھی حضرت عمر کی جانب منسوب صحیح بخاری کی آیت رجم کے بارے میں حدیث کو درون المذہب بنیادوں پر بھی زیر بحث لایا جاتا ہے۔

مولانا اصلاحی مطلق محصن اور مطلقہ محصنہ کے لیے رجم کی سزا کے قائل نہیں۔ وہ سزائے رجم کو براہِ راست صحیح احادیث سے اخذ کرنے کے بجائے قرآن سے اس کا ماخذ سورۃ المائدہ کی آیت محاربہ:

"اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، [4]" کو قرار دیتے ہیں۔ جس میں اس کے مجرم کی سزا بری طرح قتل کیا جانا، سولی پر لٹکایا جانا یا مخالف اطراف کے ہاتھ، پاؤں کاٹنا ہے۔ مولانا اصلاحی کے نزدیک مذکورہ آیت کے بموجب مسلمان، مرد و عورت کو، زنا کی پاداش میں رجم کی سزا صرف اس صورت میں دی جائے گی جبکہ وہ اس کے عادی مجرم بن کر معاشرے کے امن و استحکام کو تہس نہس کرنے کا باعث بن جائیں۔ صحابی رسول حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے واقعہ رجم کو وہ اس کی نظیر قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے حق میں حضور اکرم

ﷺ کے الفاظ "نیب کنیب التئیس" سے استدلال کرتے ہیں ان کے نزدیک سورۃ النور کی آیت جلدہ سے ہر قسم کے زناکار کے لیے صرف سو کوڑے ثابت ہوتے ہیں اور یہ حکم شادی شدہ ہونے یا نہ ہونے کو شامل نہیں ہے۔ بخاری و مسلم میں مذکور آیت رجم "**الشیخ والشیخۃ**" والی حدیث کو منافقین کی وضع کردہ تصور کرتے ہیں۔ النور میں " وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ ۙ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ [5]" میں مذکور عذاب ان کے نزدیک آیت جلدہ میں مذکورہ سزا ہے، جو محصن و غیر محصن ہر قسم کے زانی وزانیہ کے لیے عام ہے۔ حدیث سے غیر محصن کے لیے اس عذاب کی تخصیص ان کے نزدیک، محض ظن کی بنیاد پر حدیث کے ذریعہ قرآن کو منسوخ کرنا ہے، جسے وہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔

قرآن وحدیث کے نظائر وشواہد اور لغوی مباحث کی روشنی میں حد رجم

سورہ نور سے رجم کے اثبات اور نفی میں بہت تفصیل مباحث ہو چکی ہیں، ان کی تفصیلات میں پڑنا ایک تحصیل حاصل ہی ہو گی ۔ یہاں پر ہم اس موضوع پر اپنی بات کو چند ایسے بنیادی اصولی مباحث تک محدود رکھ کر مولانا کی نقطہ نظر کا جائزہ لینے کی سعی کریں گے، جن میں مولانا اصلاحیؒ بھی دوسرے علماء سے اصولی طور پر متفق ہیں۔ یا جن کے بارے میں مولانا کی طرف سے کسی اختلافی نقطہ نظر اور دلائل کا ہمیں کہیں ثبوت یا اظہار نظر نہیں آتا ۔ اس لحاظ سے اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ کیا قرآن پاک میں رجم کے اثبات کی دلائل پائی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ احادیث کا مجموعی نظام رجم کے بارے میں ہمیں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وفقہاء متقدمین نے اس مسئلہ کو کس نظر سے دیکھا اور عصر حاضر کے فقہاء ومفسرین کا نقطۂ نظر کیا ہے[6]۔

کیا قرآن سے رجم کا اثبات ہوتا ہے؟

مولانا اصلاحی سورہ نور کی آیت جلد کو غیر شادی شدہ کے لیے مخصوص کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ فقہاء کا اس آیت کو مخصوص یا منسوخ کرتے ہوئے مقید کر دینا اہم بات ہے، جبکہ مفرد خبرِ آحاد کے ساتھ عام حکم کو خاص کر دینے پر دل رضامند نہیں ہوتا۔[7] مولانا کے نزدیک حد رجم شادی شدہ کی بجائے عادی غنڈہ عناصر کی سزا ہے، اور اس کا ماخذ سورہ المائدہ کی آیت محاربہ ہے۔ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ سزائے رجم تقتیل کے مفہوم میں داخل ہونے کی وجہ سے ایسے عادی زناکاروں کو شامل ہوگی جو سرِعام زناکاری کے مرتکب ہوں اور لوگوں کی عزتوں کو پامال کریں۔[8] مولانا اصلاحی سورہ نور کی آیت جلد کو غیر شادی شدہ کے لیے مخصوص نہیں کرتے وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی کوئی آیت صرف اور صرف قرآنِ پاک کی دوسری آیت سے ہی منسوخ ہوتی ہے یہاں تک کہ کسی حکم کی تخصیص اور حدبندی بھی قرآنِ پاک میں ہی صریحاً یا کنایۃً موجود ہوتی ہے۔[9] مولانا کے اس نقطۂ نظر کی روشنی میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شادی شدہ زانی یا زانیہ کے لیے رجم کا اشارہ قرآن سے ملتا ہے یا نہیں۔

تورات اور قرآن سے رجم کا اثبات

زنا کی الگ الگ صورتوں کے پیشِ نظر تورات میں اس کی مختلف سزائیں بیان ہوئی ہیں جیسا کہ رجم، قتل اور جلانا اور یہی احکام مسیحی شریعت میں باقی رکھے گئے تھے۔ تورات کی اصل تعلیمات میں سے جو کچھ محفوظ تھا انجیل نے بھی اس کی تصدیق کی تھی۔

آدمی اگر شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو دونوں کو مار دیا جائے۔ جب غیر منکوحہ لڑکی کسی مرد سے نکاح کرے اور دوسرا مرد اسے شہر میں پاتے ہوئے زنا کرے تو تم ان دونوں کو شہر کے پھاٹک پر

نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔ لڑکی کو اس وجہ سے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس وجہ سے کہ اس نے اپنے ہمسائے کی بیوی کو بے حرمت کیا۔[10]"

مسیحی شریعت میں بھی ایسا کوئی حکم موجود نہیں جو اس حکم کا ناسخ ہو۔ بائبل کا یہ حکم الٰہی حکم کا درجہ رکھنے کے باوجود بھی عملاً یہودیت کی زندگیوں میں شامل نہیں ہو سکا[11]۔ تورات میں شادی شدہ زانی وزانیہ کی سزائے رجم کی تصدیق و تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضہ اور حضرت براء بن عازب نے روایت کیا ہے جسے بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے نقل کیا ہے۔

عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک یہودی اور یہودن پیش ہوئے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہودیوں سے پوچھا کہ تم اپنی کتاب میں اس کی کیا سزا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے عالم تو اس کی سزا منہ کالا کرنا اور دم کی طرف منہ کر کے گدھے پر سوار کر کے پھرانا بتلاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن سلام کے مشورے سے تورات منگوائی اور اس کا حکم تلاش کرنے کی کوشش کی، یہودی نے رجم کی آیات کو چھپانے کی کوشش کی مگر چھپا نہ سکا، اور ان دونوں کو رجم کیا گیا۔ [12]

صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد میں اسی طرح کا ایک طویل واقعہ بیان ہوا ہے جس کے آخر میں یہ بھی ذکر ہوا کہ یہودی نے آخر کار اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے لوگوں کی ناراضگی کی وجہ سے رجم کی حد کو تبدیل کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حقیقت جان لینے کے بعد ان کے لیے رجم کی سزا مقرر فرمائی اور فرمایا: **اللھم انی اوّل من احیاء امرک اذا اماتوا** [13]۔ گویا کہ حضور اکرم ﷺ نے پہلے سے جاری تورات کے شرعی حکم کو زندہ کیا۔

سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت یہود کے اسی قصے کے متعلق نازل ہوئی ۔ ان تمام آیات کا ایک ایک لفظ احادیث میں بیان کردہ اس واقعہ کی تائید و تصدیق کرتا نظر آتا ہے:

"يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا"[14] کے الفاظ احکام تورات کے بارے میں ان کے عملی رویے کی عکاسی کرتے ہیں جو حدیث میں اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اور " كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ [15]" کا جملہ حدیث میں دی گئی سزائے رجم ہی کو بیان کر رہا ہے۔ اور بلاشبہ یہاں یہود کو جس حکم سے انحراف کی بنیاد پر بے ایمان قرار دیا جارہا ہے وہ رجم ہی ہے۔ مذکورہ بات کی تائید مولانا اصلاحی ؒ کے تفسیر سے واضح ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ کتبِ تفسیر میں ایک زنا کے مقدمہ کا ذکر ہے جس میں یہودیوں نے زنا کے اصل حکم کو چھپانے کی کوشش کی جبکہ آپ ﷺ نے درست فیصلہ دیا تھا، وہ تورات کا درست حکم جانتے ہوئے بھی اس سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے اسی وجہ سے فیصلہ آپ ﷺ کے پاس لے کر گئے، یہ طریقہ ایمان والوں کی روش نہیں۔[16]

مولانا اصلاحی کے اس اقتباس سے دو باتیں سامنے آتی ہے:

1) کتب تفسیر میں ذکر کردہ مقدمہ زنا حکمِ تورات کے مطابق تھا۔

2) یہودیوں کی روش دعوی ایمان کے منافی تھی۔

بیان کردہ احادیث میں زانی وزانیہ کی کسی غنڈہ گردی یا مستقل فتنہ پروری کا کوئی ذکر نہیں البتہ ان دونوں کی شادی شدہ ہونے کا صراحت سے ذکر ہے، جبکہ مولانا نے بھی اسی حوالے سے ان آیات کی تفسیر میں کہیں بھی اس حوالے سے کوئی سوال نہیں اٹھایا جو یہ واضح کرتا ہے کہ مولانا کو مذکورہ آیات کے بارے میں، احادیث میں بیان کردہ ،پس منظر سے اسی طرح اتفاق ہے جس طرح دیگر مفسرین کو رہا ہے۔ اس بات کے اثبات کے بعد کہ تورات میں شادی شدہ کی سزا رجم تھی اور آپ ﷺ نے اسی پر فیصلہ کیا۔ اب اس مرحلے کا اگلا سوال فطری طور پر یہ اٹھتا ہے کہ اس واقعہ اور حکم تورات کی

امت محمدیہ ﷺ کے لیے کیا تشریعی حیثیت ہے۔ یہ جاننے کے لیے ہمیں کسی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ خود مولانا اصلاحیؒ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وہ اس بات کو جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام کے مطابق فیصلے کرتے ہیں آپ کے کیے گئے فیصلے سے منہ موڑتے ہیں جب کہ انہوں نے ہی آپ ﷺ کو حاکم بنایا، اور مجموعی طور پر سب احکام اور بالخصوص حدود و جزا کے احکام قرآن اور تورات میں ایک جیسے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ قرآنِ پاک سے کسی مسئلے کا واضح حکم نہ ملنے پر تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور یہود اس بات سے بخوبی آگاہ تھے۔[17]

مولانا اصلاحیؒ کی ذکر کردہ عبارت سے تین باتوں کا اظہار ہوتا ہے۔

1۔ فیصلہِ رجم شریعت کے مطابق تھا۔

2۔ احکام بالخصوص تعزیرات وحدود، تورات اور قرآن دونوں میں یکساں ہیں۔

3۔ قرآن کی مبہم ہدایت کی صورت میں حضور ﷺ احکام تورات کے مطابق فیصلہ فرماتے۔

سورۃ المائدہ کی مذکورہ آیت میں ذکر ہے کہ عیسیٰ بن مریم کو بھی جو انجیل دی گئی وہ اسی تورات (کے اصل احکام) کی تصدیق کرنے والی ہے:

"وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ[18]"

اس کے بعد آپ ﷺ کو بھی اسی تورات کا مصداق قرار دیا ہے۔

"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ[19]"

مندرجہ بالا آیات کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اصلاحی تورات کو قرآن سے پہلے شریعی ماخذ قرار دیتے ہیں اور تورات میں شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے اور ان آیات کی موافقت میں جو احادیث وارد ہیں ان میں شادی شدہ کے رجم کیے جانے کا ذکر ہے اور مولانا ان احادیث میں بیان کردہ

واقعہ کو ان آیات کا مصداق تصور کرتے ہیں گویا شادی شدہ کی سنگساری کی بنیاد بھی سنت پر ہی نہیں بلکہ سابقہ کتب پر قرآن کے مہیمن ومصدّق ہونے کا تقاضا بھی ہے۔

شادی شدہ زانی کے لیے حد رجم قرآن میں صریحاً مذکور نہیں البتہ تورات میں صریحاً مذکور تھی آپ نے یہود کی او جھل کردہ اسی منزل من اللہ حد کو از سرنو قائم کیا جیسا کہ یہودی اور یہودیہ کے رحم کے بعد آپ کا ارشاد بیان ہوا، **اللھم انی اول من احیاء امرک اذاماتوا** اس کے مطابق یہودی جوڑے پر حد رجم جاری کی اور اس کے مطابق مسلمان شادی شدہ زانیوں کو سزادی۔

گذشتہ تمام انبیاء کی تعلیمات میں موجود توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کی طرح بیشتر شرعی قوانین وضوابط بھی اگلی شریعتوں میں برقرار رہے۔ حضرت عیسی کوئی شریعت دیئے بغیر تورات میں پہلے سے موجود احکام پر عملدرآمد، اخلاقی تعلیمات کے احیاء اور عقائد وافکار کی اصلاح کے لیے مبعوث کیا گیا اور آخر میں حضور سے ہم کو بھی یہی حکم فرمایا کہ الکتاب میں سے جو کچھ احکام موجود ہیں، قرآن بھی ان کی تصدیق کرنے والا اور نہ صرف یہ کہ تصدیق کرنے والا بلکہ ان کی حفاظت ونگہبانی کرنے والا (مہیمن) ہے ان کی اس طرح حفاظت کرنے والا ہے جس طرح ھمیان میں کوئی شے احتیاط سے رکھی جاتی ہے۔

المائدہ کی آیات ۴۱ تا ۵۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن نے بتایا کہ ہم نے قصاص کا حکم تورات میں لکھ دیا تھا اور فرض کر دیا تھا۔ اسی طرح قرآن نے کہا کہ رجم کا حکم ابھی بھی تورات میں موجود تھا (مولانا اصلاحی اس سے متفق ہیں) بلکہ قصاص کا حکم بیان کر کے تو قرآن نے اس کی کوئی تاکید بھی بیان نہیں کی جبکہ رجم کے حکم کو حکم اللہ کہا گیا ہے، اسے انصاف کہا گیا ہے، حضور ﷺ کو تاکید کی گئی کہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے" **فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ** [20]" چنانچہ آپ ﷺ ﷺ نے رجم کا فیصلہ فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ٹھیک انصاف کی سزا رجم کی سزا ہے، جو کہ حکم الٰہی ہے۔

پھر اللہ نے بار بار تاکید فرمائی ہے کہ آپ یہود کی خواہشوں کے پیچھے لگنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں اور یہ بھی وضاحت کر دی کہ یہود آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ رجم کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کر دیں تو اس پر قائم رہیں اور حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔ گویا کہ رجم کا فیصلہ کرنا حق کا فیصلہ تھا اور شریعت الٰہی کا تقاضا بھی۔ چنانچہ مذکورہ واقعہ کے مضمون کی حامل حدیث کے آخری حصہ میں ہے:

"مذکورہ فیصلہِ رجم کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" " يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ-وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ-سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ-لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ-يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ-يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ [21]"

یعنی اگر اپنی مرضی کا فیصلہ ہوا تو قبول کرو ورنہ رد کر دو۔ پھر اللہ نے یہ آیتیں اتاریں: " وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ [22]"

مندرجہ بالا آیات میں دو احکام بیان ہوئے ہیں ایک قصاص اور دوسرا رجم، اور ہر دو کو حکم اللہ کہا گیا ہے۔ کیا یہ درست ہو گا کہ ہم قصاص کو تو حکم اللہ تسلیم کر لیں لیکن رجم کو تو حکم اللہ تسلیم نہ کریں۔ علاوہ ازیں ان احکام کی پابندی کی شدت بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اللہ کے حکم کے ساتھ فیصلہ نہ کرنے والے فاسق و فاجر ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ نے زنا کے بارے میں جو بھی فیصلہ فرمایا حکمِ الٰہی کے مطابق تھا۔

سورۂ نور آیت: "**وَيَدْرَءُ عَنْهَا الْعَذَابَ** [23]" کی تفسیر میں مولانا نے عذاب سے اوپر آیت:۲ میں مذکور حد مراد لی ہے اور دیگر معنیٰ مراد لینے کو عربیت کے خلاف گردانا ہے۔[24]

گویا کہ مولانا کو اصرار ہے کہ اس آیت میں العذاب کو مطلق مانا جائے حالانکہ اسی لام عہد کو اگر رسول کی طرف راجع قرار دیا جائے تو بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا جیسا کہ خود مولانا نے سورہ النساء کی آیت "**اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا** [25]" کی تشریح میں فرمایا کہ آپ ﷺ کی طرف سے

فرض کردہ تمام احکام دراصل اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں جیسا کہ نمازوں کے اوقات نبی کریم ﷺ نے مقرر کیے مگر قرآنِ پاک میں صراحتاً ان کا ذکر نہیں صرف کچھ اشارے موجود ہیں۔[26]

سورہ بقرہ کی آیت " فَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ "[27] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:" یہ بات بالکل واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ پیغمبر ﷺ کی تعلیم میں اللہ کی تعلیم ہے۔

اگر مذکورہ بالا مقامات پر مولانا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نماز کے مقرر کردہ اوقات کو عین اللہ کا مقرر کردہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو عین اللہ کی تعلیم قرار دے سکتے ہیں تو پھر یہاں العذاب کو رسول خدا کی بیان کردہ سزا (العذاب) مراد لینے کی گنجائش مولانا کے ہاں کیوں نہیں نکلتی ؟

کیا حد رجم قرآن کے خلاف ہے؟

حد رجم کو سورہ نور کی آیات کے خلاف قرار دینا بھی محل نظر ہے۔ شادی شدہ زانی وزانیہ کی سزا قرآن میں نہیں، تورات میں بیان ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے من و عن اپنایا اور عمل کیا حضور ﷺ کی زندگی میں بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پر، جو منشائے الٰہی کے خلاف آپ سے سرزد ہوئیں، اللہ نے ان سے مواخذہ کیا۔ کبھی نابینا سے اعراض کرنے پر، کبھی منافقین کو جنگ سے رخصت دینے پر، کہیں بدر کے قیدیوں کو فدیہ کے عوض چھوڑنے پر اور کہیں شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دینے پر، لیکن آپ کے اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں گرفت کی اور نہ احادیث میں ہی اس کا کہیں ذکر ملتا ہے۔ اگر آپ ﷺ کا یہ عمل کتاب اللہ کے موافق نہیں تھا، تو اس پر مواخذہ کیوں نہیں ہوا؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شریعت اور کتاب اللہ کا حصہ ہے۔

پھر عرب کے بعض معروفات ایسے بھی تھے جنہیں اسلام نے جوں کا توں قبول کیا۔ اور وہ عین شریعت بن گئے۔ جیسے دیت، یا جس مقتول کے قاتل کا پتہ نہ چلے اس کے لیے قسامت عرب کا دستور تھا۔ قرآن میں ان امور کے متعلق کچھ تذکرہ نہیں پھر بھی حضور ﷺ نے ان کے مطابق فیصلے

کیے، جن پر قرآن نے کوئی گرفت نہ کی ۔ اگر انہیں خلاف قرآن نہیں کہا جا سکتا تو آخر رجم کو، جو تورات میں مذکور ہونے کی وجہ سے منزل من اللہ بھی ہے، کیسے قرآن کے خلاف قرار دیا جا سکتا ہے؟ عصر حاضر کے مفکر ڈاکٹر حمید اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: قرآن مجید میں رجم کا ذکر نہ ہونا کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہ کرے کہ اسلام میں رجم کا حکم نہیں اور اس کی جگہ کوڑے لگانے کا حکم ہے، قرآن پاک میں سابقہ انبیاء کی تعلیمات پر عمل کرنے کا حکم بالواسطہ قرآن پاک کے احکام میں بھی شامل ہے اور رجم تورات اور انجیل کا قانون ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس حکم کی توثیق کی ۔اور منسوخ نہ ہونے کی وجہ سے وجوب کے درجے میں ہے۔[28]

ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق تورات میں شادی شدہ زانیوں کی سزا رجم جبکہ غیر شادی شدہ کی سزا جرمانہ تھی۔ قرآنِ پاک نے جرمانے کے حکم کو غیر اخلاقی عمل میں اضافے کے اندیشے سے منسوخ کر دیا، اور زنا سے روکنے کے لیے سو کوڑے مقرر کیے جو اس جرم کو روکنے میں زیادہ مناسب تھے۔ اس طرح دونوں اسلامی قانون ہوئے اور دونوں پر عمل واجب ہے[29]۔

حدیث اور رجم

مولانا اصلاحی کے نزدیک قرآن پاک کی تفسیر کے لیے استعمال ہونے والے ماخذ سب ماخذوں سے زیادہ قابلِ قدر ہیں۔ وہ احادیث کو تمام تر قرآن ہی سے ماخوذ و مستنبط سمجھتے ہیں۔ لیکن مولانا نے عبادہ بن صامت کی روایت: **خذوا علی قد جعل اللہ لھن سبیلا** کا جس سرسری انداز سے تذکرہ کیا ہے وہ ان جیسے محقق مفسر کے شایان شان محسوس نہیں ہوتا۔ ان احادیث سے قطع نظر رجم ثیب کی قولی اور عملی احادیث پینتیس کبار صحابہ سے مروی ہیں اور قولی احادیث کے علاوہ چار مشہور واقعات احادیث میں نقل ہوئے ہیں ان میں ایک یہود کا واقعہ (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے دوسرے حضرت ماعز بن مالک اسلمی کے واقعے کو صرف بخاری و مسلم نے حضرات ابوہریرہ، جابر بن عبد اللہ، جابر بن سمرہ، ابن عباس،

ابو سعید سلیمان بن بریدہ سے روایت کیا ہے۔ سنن ابو داؤد میں ایک الگ باب "باب رجم ماعز بن مالک قائم ہے،، جس میں ابن عباس، جابر بن عبد اللہ، جابر بن سمرہ، ابو ہریرہ، ابو سعید، سلیمان بن بریدہ، عبد اللہ بن بریدہ اور یزید بن نعیم بن ھزال سے روایات نقل کی ہیں۔ غامدیہ کے واقعہ کو صحابہ کرام میں سے عمران بن حص، ین سلیمان بن بریدہ، عبد اللہ بن بریدہ، بشیر بن المھاجر اور ابو بکرہ نے روایت کیا ہے ۔ عسیف کا واقعہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ، زید بن خالد الحسینی اور شھل بن معبد نقل کیا ہے۔ جبکہ جمہور امت کے مسلک سے ہٹ کر پورے ذخیرہ حدیث میں رجم ثیب کے خلاف کسی ایک صحابی سے بھی کوئی قول مروی نہیں۔

نبی کریم ﷺ سے صادر ہونے والے مقدمات زنا پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سزا رجم کے لیے ملزم کے عاقل اور احصان کی شرط کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ اور کبھی بھی آپ نے کسی غیر شادی شدہ عادی زانی کو آیتِ حاربہ کے پیشِ نظر رجم کی سزا نہیں سنائی اور نہ ایسا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ کسی شادی شدہ زانی کو سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔

آیت محاربہ اور رجم

دوسری طرف رجم کے جس اثبات کو مولانا نے آیت محاربت سے جوڑنے کی کوشش کی ہے اس کی تائید میں صدر اول کا کوئی واقعہ نہیں کہ زانی کو سولی پر لٹکایا گیا ہو یا الٹی سمت سے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے ہوں۔ جبکہ سورہ مائدہ میں بری طرح قتل کیے جانے کے بعد اس کی صراحت ہے: " اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ [30]" خود مولانا نے اس بارے میں یہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔

کچھ مردوں اور عورتوں نے اس قماشی کو دھندہ بنالیا اور روکنے کے باوجود بھی باز نہیں آئے تو مندرجہ بالا آیت کے پیشِ نظر ان کو رجم کیا گیا۔ [31]

کیا واقعات رجم قبل از سورہ نور واقع ہوئے؟

یہ اشکال بھی درست نہیں کہ یہ واقعات سورہ نور کی آیت کے نزول سے پہلے کے ہوں ۔سورہ نور 6ھ میں نازل ہوئی تھیں جبکہ بعض داخلی شہادتوں سے واقعات رجم کا مابعد نزول آیت واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

1۔ عبد اللہ بن ابی حارث یہودیوں کی سزائے رجم کے وقت وہاں موجود تھے اور وہ فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔

2۔ حضرت خالد بن ولید صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ایمان لائے جبکہ غامدیہ کو رجم کرتے ہوئے وہ بھی وہاں موجود تھے اور دورانِ رجم ان پر کچھ خون کے چھینٹے پڑے تو انہوں نے عورت کو برا بھلا کہا جس پر نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو تنبیہہ کی۔

3۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت ہے کہ وہ عسیف لڑکے کے مقدمہ کے وقت وہاں موجود تھے۔ (**کنا عند النبی ﷺ**) حضرت ابو ہریرہ جنگ خیبر (۷ھ) کے موقع پر آپ کے پاس حاضر ہو کر ایمان لائے، اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں جبکہ سورۂ نور اس سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی[32]۔

4۔ماعز اسلمی کی بارگاہ نبوی خدمت میں حاضری اور اعتراف جرم کے واقعہ کو بھی حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے۔

مولانا اصلاحی کے استاذ علامہ فراہی اور ان کے تلامذہ کی مسلم کے حوالہ سے ایک صحابی عبد اللہ بن اوفی کی اس عدم واقفیت کو کہ رجم کا واقعہ سورہ نور کی آیت جلد سے پہلے پیش آیا یا بعد میں، تعمیم کے ساتھ پیش کرتے ہیں، حالانکہ بخاری و مسلم میں مذکور عبد اللہ بن اوفی کا یہ بیان انکا تنہا بیان ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ رجم کا واقعہ سورۂ نور کے بعد پیش آیا جس میں واقعہ افک کا بیان ہے اور اس واقعہ کے سلسلہ میں

اختلاف ہے کہ یہ 4 ہجری، 5 ہجری یا 6 ہجری میں پیش آیا جبکہ واقعہ رجم اس کے بعد کا ہے۔ عبد اللہ بن اوفی صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ اور صلح حدیبیہ ذی قعدہ 6ھ میں واقع ہوئی ہے۔ اس صورت میں حدیث الاسلام ہونے کے باعث ان کا ناواقف ہونا کچھ تعجب خیز نہیں۔

اس حدیث سے بھی صحابی کی عدم واقفیت ہی معلوم ہوتی ہے کوئی دعوی نہیں۔ علاوہ ازیں اگر واقعاتِ رجم سورۃ نور سے پہلے کے ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا بالاولی علم ہوتا۔ حالانکہ نبوی دورِ اور دورِ خلفاء میں بھی رجم پر عمل ہوا ہے۔ اس بارے میں حضرت عمر نے مشہور خطبہ عام میں: **الا ان رسول اللہ رجم ورجمنا بعدہ**" اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ [33]

مولانا اصلاحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ "**نیب کنیب التیس**" کی بنیاد پر ماعز اسلمی کو غنڈہ اور جنس زدہ قرار دیتے ہیں۔ ماعز کی بابت روایات کے بارے میں لکھتے ہیں:

مذکورہ شخص کے بارے میں دو تضاد آراء پائی جاتی ہیں بعض کتب میں اس کو شریف اور بعض میں غنڈہ بتایا گیا ہے۔[34] روایات کے تناقص کی وجہ سے ماعز اسلمی کے کردار کے جو دو متضاد اور متوازی پہلو سامنے آتے ہیں تو ان میں ترجیح کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے بارے میں حسن ظن کے پہلو کو اختیار کیا جائے اس لیے کہ حسن ظن رکھنے کے لیے بالعموم کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، بالخصوص جبکہ معاملہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو، جبکہ بد ظنی کے لیے قوی دلیل کی ضرورت ہے۔ اس دوسری صورت میں کہ جس میں مولانا نے دعوی کیا ہے کہ ماعز کو حدود اللہ کے مقابلے میں جسارت کا مظاہرہ کرنے اور مفسد ہونے کے باعث رجم کیا گیا، تو اب مولانا پر لازم تھا کہ وہ دلائل سے ان کے فساد اور حدود اللہ کے معاملے میں ان کی جسارت ثابت کرتے لیکن اس کے لیے وہ صرف یہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ:

"کہ نبی ﷺ نے اس کو رجم کی سزا دلوائی اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اس وجہ سے ان روایات کو ترجیح دیتا ہوں جن سے اس کا وہ کردار سامنے آتا ہے جس کی بنا پر مستحق رجم ٹھہرا[35]۔ گویا کہ مولانا کا دعوی واستدلال یوں بنا "رجم کی سزا کی وجہ فساد و جسارت ہے اور فساد و جسارت کی دلیل رجم کی سزا ہے۔" غرض مولانا اپنے ہی دعوی کو اس کی دلیل بنا کر اپنی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے۔ مسلمہ عقلی قواعد وضوابط کو، جن کے مولانا اصلاحی ہمیشہ داعی رہے ہیں، نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ہی قائم کردہ موقف کو خود ہی دوسروں کے لیے بھی دلیل ٹھہرانے کا یہ حاکمانہ انداز مولانا اصلاحی جیسے آزادی رائے اور تحقیق کے دلدادہ شخص کے مقام سے انتہائی فروتر دکھائی دیتا ہے۔

"مستحق رجم ٹھہرنے کی وجہ سے یہ کیسے ثابت ہو جاتا ہے کہ ماعز غنڈا تھا۔ اور اگر تھا بھی تب بھی مولانا کی دلیل سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے شادی شدہ ہونے کی بنا پر رجم کی دلیل کی نفی ہو گئی۔ مولانا نے اپنے موقف کے حق میں تین تنقیحات قائم کی ہیں۔

1۔ پہلی تنقیح یہ ہے کہ مذکورہ مجرم نے شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرم کا اقرار نہیں کیا تھا[36]۔" اب مولانا نے جن روایات سے یہ بات اخذ کی ہے انہی روایات میں ان کی خود حاضری اور حضور ﷺ کے بار بار لوٹانے (**فردّہ النبی مرارا**) پر بھی ان کا بار بار اعتراف کرنا اور نبی کا فرمان کہ شاید تو نے بوسہ لیا تھا، ان کو ایک باضمیر اور بھلامانس ثابت کرتا ہے۔ آپ سے ہم نے اسے واپس کیوں لوٹایا؟ کیا کسی مطلوب غنڈے کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے[37]۔

2۔ دوسری تنقیح یہ ہے کہ وہ ایک بد کردار غنڈہ صفت آدمی تھا۔[38]، حالانکہ انہیں روایات میں "**سال قومہ فقالوا مانعلم باسا**" کے الفاظ انہیں بھلامانس بھی ثابت کرتے ہیں۔ کیا ماعز کی قوم نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا تھا جبکہ وہ ان کے حالات سے بخوبی واقف ہوں گے۔

۳۔ تیسری تنقیح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی مغفرت کے لیے دعا کی نہ اس کا جنازہ پڑھا، جو اس بات کی شہادت ہے کہ اس کو کٹر منافق قرار دیا گیا"[39]۔

اب انہی روایات میں: "**استغفروالماعزبن مالک**" کا حکم نبی بھی ملتاہے جس کے جواب میں حضرات صحابہ نے "**غفراللہ لماعزبن مالک**" کی دعا کی بعد ازاں آپ نے فرمایا: "**لقد تاب توبۃ لوقسمت بین امۃ لو سعتھم**" مولانا کے تصور کے مطابق تو قانون کی گرفت میں آنے تک ماعز نے کوئی توبہ نہیں کی بلکہ نبی سے کی پوچھ گچھ پر جب سمجھ گئے کہ بات اب چپ نہیں سکتی تو انہوں نے جرم کا اقرار کرلیا[40]۔ اب اگر توبہ کی ہوتی تو اس کے بعد کی ہوتی ۔ تو کیا اقرار جرم کے بعد توبہ کس دلیل سے ثابت ہے اور اگر ثابت بھی ہو تو کیا وہ اس بلند درجے کی ہوگی کہ پوری جماعت کے لیے کافی ہونے والی ہو۔ کہاں ایک ایسے شخص کی توبہ جس سے وقتی ہیجان میں گناہ کا صدور ہو اور اس پر پشیماں ہو کر وہ اپنے آپ کو گناہ سے پاک کرانے کے لیے حضور ﷺ کے فیصلے کے حوالے کر دے اور کہاں ایک ایسے غنڈے بدمعاش کی توبہ کہ جس کو (مولانا کی زبان میں) بار بار تنبیہات ہوتی رہی ہوں، پھر بھی زیر زمین بد معاشی کا اڈا چلاتا رہا ہو اور جب پکڑا گیا ہو تو اعتراف جرم بھی صرف اس وقت کیا کہ جب جرم چھپانے کی گنجائش نہ رہی۔ جب دونوں قسم کی توبہ میں فرق ہے تو مولانا کے نزدیک جو توبہ ہوئی ہوگی اس کے ثبوت کی دلیل دینا بھی ان پر لازم آتا ہے[41]۔

اجماع صحابہ

مولانا اصلاحی علامہ سیوطی کا بیان کردہ طریقہ تفسیر نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

تفسیر کا درست طریقہ یہ ہے کہ اصل چیز خود قرآنی الفاظ اور اس کی وضاحت ہے، اس کے بعد سنتِ نبوی کا درجہ ہے اور پھر صحابہِ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کا۔[42]

مولانا کے نزدیک نبی ﷺ کے علم و عمل کے منتقل ہونے کا اولین ذریعہ حضرات صحابہ ہیں، اس وجہ سے امت میں ان کو اوّلیت و عظمت کا درجہ حاصل ہے۔ اس لیے کہ ساری دنیا کو دین انہیں صحابہ کے ذریعہ سے ملا ہے اسی لیے قرآن نے اور پیغمبر نے ان کو بڑا درجہ دیا اور محدثین نے بھی ان کو جو درجہ دیا ہے وہ خواہ ماثور اور منقول نہ ہو اس سے اختلاف کیا جانا درست نہیں ہے[43] ۔ مولانا کے مطابق دعوت و اقامتِ دین کی ذمہ داری اللہ نے جس طرح اپنے رسول ﷺ پر ڈالی ہے اس طرح یہ ذمہ داری اب صحابہ پر عائد ہوتی ہے اور یہ ذمہ داری ان کے اوپر مجرد ایک نفل نیکی کی حیثیت سے نہیں بلکہ بحیثیت ایک فریضہ کے ڈالی گئی دوسرے یہ کہ صحابہ کا شرف پیغمبر ﷺ کے علم و عمل کے وارث اور گواہ کی حیثیت سے ہے[44]۔

رجم محصن سے متعلق صحابہ کا اجماع واضح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حج سے واپسی پر مدینہ میں خطبہ جمعہ کے دوران ایک وعظ فرمایا جس میں انہوں نے رجم کو از روئے قرآن و سنت حد قرار دیا جس پر ابو بکر صدیق نے عمل کیا اور خود انہوں نے بھی ۔ اس طویل تقریر کو بخاری مسلم ترمذی، نسائی نے نقل کیا ہے۔ اس وعظ کے دوران کسی نے یہ نہیں کہا کہ رجم اللہ یا رسول کا حکم نہیں ہے یا آپ ﷺ نے اس پر عمل قبل از نزولِ سورۃ نور کیا۔ ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شامی آدمی نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا۔ اس عورت نے آپ رضی اللہ عنہ کے نمائندے ابو اقد اللّیثی کے سامنے اعتراف جرم کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اس عورت کو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے حکم پر ایک اور عورت کو رجم کیا گیا[45]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شراحہ ہمدانیہ نامی عورت پر حد رجم نافذ کی[46]۔

" اولین مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس نے:" **أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا** [47]" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: **الرجم للثیب والجلد للبکر** " اور بیہقی نے عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے کہ جب سورہ

نور کی آیت جلد نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا:"خُذُوا عني، خُذُوا عني، قد جَعَلَ الله لَهُنَّ سبيلا، البِكْرُ بالبِكْر جَلْدُ مِائة ونَفْيُ سَنَةٍ، والثَّيِّبُ بالثيب جلد مائة والرجم بالحجارة[48]" رجم محصن کا انکار بڑی بات ہے کہ اس کے کہنے سے پہلے ضروری ہے کہ تمام احادیث کا استقصا کیا جائے۔ رجم محصن کسی کے حق میں" لا يحل دم امرى مسلم يشهد ان لااله الا الله وأنى رسول الله الاباحدى ثلاث: النفس بالنفس والثّيب الزاني والمفارق من الدين التارك لجماعة" والی حدیث ایسی صریح تھی کہ حضرت عثمان رضہ نے بلوائیوں کو اپنے قتل سے باز رکھنے کے لیے اسی حدیث کے حوالے کو بنیاد بنایا۔ جس سے حدیث میں مذکور قتل عمد اور ارتداد کے ساتھ حضرات صحابہ کے ہاں رجم محصن کی سزا کا متفقہ ہونا ظاہر ہے۔

خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ محصن اور محصنہ کی سزا رجم ہے۔ کسی بھی صحابی سے رجم کے خلاف کوئی ایک قول بھی مروی نہیں۔ لیکن اس کے باوجود مولانا اصلاحی کو اصرار ہے کہ رجم کی سزا محصن یا محصنہ زناکار کے لیے نہیں ہے حالانکہ اجماع صحابہ خود مولانا اصلاحی کے نزدیک بھی خلفائے راشدین کا عمل سنت ہے۔ وہ اپنے مضمون "سنت خلفائے راشدین" میں لکھتے ہیں کہ میں خلفائے راشدین کے عمل کو سنت کا درجہ اس لیے دیتا ہوں:

پہلی وجہ خود نبی کریم ﷺ کا بذاتِ خود خلفائے راشدین کے قول و عمل کو سنت کا درجہ دینا، اور عمل کرنے کی وصیت کرنا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ اجماع کی سب سے مقدم صورت وہی ہے جس کی مثالیں خلفائے راشدین کے دور میں ملتی ہیں۔

تیسری وجہ یہ کہ خلفائے راشدین کے عمل کو شرعی حجت کا درجہ حاصل ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ دین کی تکمیل اگرچہ نبی کریم ﷺ پر ہوئی مگر اس کا عملی مظاہرہ خلفائے راشدین کے ہاتھوں ہوا۔ اس لیے ان کے قول و عمل سے منہ موڑنا جائز نہیں۔[49]

اب اگر مولانا کے نزدیک رجم کے مسئلہ پر اجماع صحابہ نہیں ہوا تو انہیں اجماع کے تاثر کا بدلائل رد کرنا چاہیے تھا۔

اجماع امت

مولانا اصلاحی اور دیگر منکرین رجم کا فرق یہ ہے کہ باقی منکرین، رجم کے کلی انکاری ہیں ۔مولانا اصلاحی نے آیت جلد کی پوری تفسیر میں احادیث کے تناقص اور سقم کو تو موضوع بحث بنایا ہے مگر اجماع امت کے دعوی میں کسی قسم کی کمزوری کی نہ تو نشاندہی کی ہے اور نہ ہی اس پر تنقید و تبصرہ ضروری سمجھا ہے۔ وہ اس پر متفق ہیں کہ اس مسئلہ پر فقہائے امت متفق رہے ہیں جیسا کہ آیت جلد کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

تقریباً سب فقہاءِ کرام نے ایک قید یہ لگائی کہ اس حد کا تعلق ایسے مرد سے ہے جو شادی شدہ نہ ہو یا شادی کے بعد جماع نہ ہوا ہو۔ لیکن شادی شدہ زانی بعد از مباشرت اس کی سزا رجم ہے۔[50]

محصن کے رجم سے انکار تاریخ اسلام میں صرف خوارج یا چند معتزلہ نے کیا ہے۔ مولانا اصلاحی نے بھی اپنے موقف کی تائید میں صرف خوارج کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں: خوارج رجم کے حکم کو عام مانتے ہیں اور تخصیص و تنسیخ کے قائل نہیں ہیں۔[51]

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ رجم محصن پر تمام فقہائے امت کا اجماع رہا ہے تو پھر اس کی شرعی حثیت کیا ہے ؟ دیگر فقہاء کی آراء واضح ہیں، اس لیے ہم ان کے اقوال کی تکرار کو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ خود مولانا صاحب کے نزدیک آئمہ اربعہ کا اجماع، اجماعِ امت کے مترادف ہے اور حجت ہے۔"[52]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"اسی طرح ائمہ اربعہ اگر کسی بات پر متفق ہوں تو اس کی حیثیت بھی محض ایک رائے کی نہیں رہ جاتی۔۔۔ اس وجہ سے اگر ائمہ اربعہ کسی اجتہاد پر متفق ہیں تو اس کو صرف انہی کی رائے کی حیثیت سے نہیں لینا چاہیے بلکہ اس کو ان کے زمانوں کے تمام قابل اعتماد لوگوں کی رائے سمجھنا چاہیے[53]۔

مولانا صرف ائمہ اربعہ ہی نہیں عام فقہا کے اجتہاد پر اجماع کو بھی شرعی حجت قرار دیتے ہیں:

"کسی اجتہاد پر اجماع ہو جانے کے بعد اس کی حیثیت صرف ایک رائے کی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ شریعت کے نصوص کی طرح ایک حجت شرعی بن جاتی ہے، جس کی مخالفت کسی کے لیے جائز نہیں[54]۔

کیا اجماع سلف بعد والوں کے لیے غور و فکر اور تحقیق و جستجو کے دروازے بند کر دیتا ہے کہ کسی مسئلہ پہ نئے سرے سے غور نہ کیا جائے۔ یقیناً اسلام میں ایسا روّیہ قطعاً مطلوب نہیں لیکن سلف کی تعبیر سے انحراف بھی میں کسی طرح موزوں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خود مولانا اصلاحی کہتے ہیں کہ ہمارے لیے سلامتی اسی میں مضمر ہے کہ ہم کتاب و سنت پر عمل کرتے ہوئے سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلیں[55]۔

ہم عصر مجتہدین اور رجم

مولانا اصلاحی کے نزدیک مجتہدین وقت کا اجماع بھی بہت اہمیت کا حامل ہے، لکھتے ہیں:

"جس امر اجتہادی پر مجتہدین وقت متفق ہوں اور اس کے خلاف کوئی موثر اور قابل ذکر اختلاف معلوم نہ ہو اس کے متعلق یہ تسلیم کیا جائے گا کہ اس پر اجماع ہے[56]۔

اگر چہ عصر حاضر میں مولانا اصلاحی کے استاذ علامہ فراہی کے علاوہ مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ ابوہریرہ شیخ محمد شلتوت اور علامہ مصطفی زرقا جیسے چند محقق علماء نے بھی آیۃ جلد کو مطلق زانی کے لیے تصور کیا ہے۔ تاہم ان کے سوا باقی قابل ذکر علماء کا کوئی طبقہ اس رائے کا حامی نہیں۔

خلاصہ بحث

محصن زانی کے لیے رجم کی سزا کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے، اس لیے ہم مذکورہ بحث کے ہو جو اس اہم امر کی اہمیت سے انکار نہیں کرتے کہ نبی ﷺ نے جن متعین مجرموں کے سلسلہ میں رجم کا طریق کار اختیار کیا، ان کے جرم کی نوعیت کی از سر تحقیق کی جائے تا کہ یہ بات صاف ر سکے کہ یہ سزا صرف احصان کے باوجود زنا کے ارتکاب کی تھی یا جرم کی نوعیت زیادہ پیچیدہ تھی ۔ پھر یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اصل سزا سزائے موت ہے یا مخصوص طریقہ سزا بھی شرعی حیثیت رکھتا ہے۔

سورہ نور سے رجم کے اثبات اور نفی میں بہت تفصیل مباحث ہو چکی ہیں، ان کی تفصیلات میں پڑنا ایک تحصیل حاصل ہی ہو گی ۔ یہاں پر ہم اس موضوع پر اپنی بات کو چند ایسے بنیادی اصولی مباحث تک محدود رکھ کر مولانا کی نقطہ نظر کا جائزہ لینے کی سعی کریں گے، جن میں مولانا اصلاحیؒ بھی دوسرے علماء سے اصولی طور پر متفق ہیں۔ یا جن کے بارے میں مولانا کی طرف سے کسی اختلافی نقطہ نظر اور دلائل کا ہمیں کہیں ثبوت یا اظہار نظر نہیں آتا ۔ اس لحاظ سے اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ کیا قرآن پاک میں رجم کے اثبات کی دلائل پائی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ احادیث کا مجموعی نظام رجم کے بارے میں ہمیں کیا رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

مولانا کے نزدیک حد رجم شادی شدہ کی بجائے عادی غنڈہ عناصر کی سزا ہے، اور اس کا ماخذ سورہ المائدہ کی آیت محاربہ ہے۔ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ سزائے رجم تقتیل کے مفہوم میں داخل ہونے کی وجہ سے ایسے عادی زناکاروں کو شامل ہو گی جو سرِ عام زناکاری کے مرتکب ہوں اور لوگوں کی عزتوں کو پامال کریں۔[57]

مولانا اصلاحی سورہ نور کی آیت جلد کو غیر شادی شدہ کے لیے مخصوص نہیں کرتے وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی کوئی آیت صرف اور صرف قرآنِ پاک کی دوسری آیت سے ہی منسوخ ہوتی ہے یہاں تک کہ کسی حکم کی تخصیص اور حدبندی بھی قرآنِ پاک میں ہی صریحاً یا کنایۃً موجود ہوتی ہے۔

حوالہ جات

[1]: سورۃ الانعام، آیت: 115

[2]: ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب رِضَاعِ الْکَبِیرِ، ج: 3، حدیث 1944۔

[3]: سورۃ الحجر، آیت: 09

[4]: سورۃ المائدہ، آیت: 34

[5]: سورۃ النور، آیت: 8

[6]: عزمی اختر حسین، مولانا امین احسن اصلاحیؒ حیات و افکار، لاہور نشریات، 2008ء، ص: 196

[7]: اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، لاہور فاران فاؤنڈیشن، 2009ء، ج: 5، ص: 365

[8]: ایضا، ج: 2، ص: 506

[9]: ایضا، ج: 5، ص: 374

[10]: مولانا امین احسن اصلاحی حیات و افکار، ص: 197، بحوالہ: کتاب مقدس، کتاب استثناء، باب 22، آیت 22 تا 25، ص: 187

[11]:مودودی ابوالاعلی سید، تفہیم القرآن، لاہور، ترجمان القرآن، ستمبر 2013ء، ج:3، ص:322

[12]:بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المحاربین، باب الرجم فی البلاط، ج:3، ح:632، 633

[13]: صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا، ج:4، /333

[14]:سورۃ المائدہ، آیت:41

[15]: سورۃ المائدہ، آیت:43

[16]:تدبر قرآن، ج:2، ص:526، 527

[17]:ایضا

[18]: سورۃ المائدہ، آیت:46

[19]:سورۃ المائدہ، آیت:48

[20]:سورۃ المائدہ، آیت:42

[21]:سورۃ المائدہ آیت:41۔

[22]:سورۃ المائدہ آیت:44۔

[23]:سورۃ النور: آیت:8

[24]:تدبر قرآن، ج:5، ص:377

[25]:سورۃ النساء: آیت:103

[26]:تدبر قرآن، ج:2، ص:373

[27]:سورۃ البقرہ: آیت:239

[28]:ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ص:71،70

[29]:ایضا،ص:71

[30]:سورۃ المائدہ: آیت:33

[31]؛تدبر قرآن،ج:5، ص:372

[32]:مولانا امین احسن اصلاحی حیات وافکار، ص:206۔

[33]:ایضا،ص:207

[34]:تدبر قرآن،ج:5، ص:369

[35]: ایضا

[36]:ایضا،ج:5، ص:370

[37]:مولانا امین احسن اصلاحی حیات وافکار، ص:208۔

[38]:ایضا،ج:5، ص:370

[39]:ایضا

[40]:ایضا

[41]:مولانا امین احسن اصلاحی حیات وافکار، ص:209۔

[42]:اصلاحی، امین احسن مولانا، مبادی تدبر قرآن، ص:146

[43]:اصلاحی، امین احسن، مولانا، مبادی تدبر حدیث، ص:76

[44]:ایضا،ص:77

[45]:مولانا امین احسن اصلاحی حیات وافکار، ص:209۔

[46]:ایضا

[47]:سورۃ النساء، آیت:15

[48]:مولانا امین احسن اصلاحی حیات وافکار، ص:209۔

[49]:اصلاحی، امین احسن مولانا، سنت خلفائے راشدین، ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، 6 فروری 1956ع، ص:38، 39

[50]:تدبر قرآن، ج:5، ص:365

[51]:ایضا

[52]:اصلاحی، امین احسن، مولانا، عائلی کمیشن کی رپورٹ پر تبصرہ، ص:58

[53]:اصلاحی، امین احسن، مولانا، اسلامی قانون کی تدوین، ص:74

[54]:ایضا:71

[55]:ایضا:98، 99

[56]:ایضا:72

[57]:تدبر قرآن، ج:2، ص:506